جناب ہدایت اللہ

قصہ ہیر و رانجھا

مختلف زمانوں اور زبانوں میں

ہیر اور رانجھے کی محبت بھری داستان پنجاب کی مقبول ترین المیہ کہانی ہے۔ پنجاب میں یہ رومان کب سے معروف ہے، اس کے متعلق کچھ کہنا ممکن نہیں۔ لیکن پنجابی میں سب سے پہلے ہیر و رانجھا کو جھنگ کے ایک اروڑہ دمودر نے نظم کیا تھا۔ وہ اس قصے کو جلال الدین اکبر (۱۵۵۶ - ۱۶۰۵ء) کے زمانے کا واقعہ لکھتا ہے، اور تفصیلات اس طرح بیان کرتا ہے گویا کہ وہ خود انھیں دیکھ رہا ہے۔ لیکن بعض حضرات کا خیال ہے کہ دمودر کا یہ بیان صحیح نہیں اور اس نے یہ قصہ شاہ جہان اور اورنگ زیب کے زمانوں میں نظم کیا ہے شہرت کے اعتبار سے اس قصے کے شاعر وارث شاہ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ قصہ اس قدر دلفریب اور مشہور تھا کہ فارسی شعرا نے پنجابی شعرا کی بہ نسبت اس کی طرف پہلے توجہ کی۔

داستان کے مشہور مصنفین

ہیر و رانجھے کی داستان کو بہت سے لوگوں نے تحریر کیا۔ بعض نے فارسی میں، بعض نے پنجابی میں، بعض نے ہندی میں، بعض نے اردو، انگریزی میں اور سندھی میں تحریر کیا۔ ان سطور میں تمام لکھنے والوں اور ان کی کتابوں کا ذکر تو مشکل ہے، صرف مشاہیر کا ذکر کیا جاتا ہے، باقی کے صرف ناموں پر اکتفا کیا جائے گا۔ مصنف کے نام، تاریخ تصنیف اور نمونۂ کلام کو درج کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں قلمی نسخوں کا حال (جو معلوم ہیں) اور طبع شدہ کلام کا ذکر ہوگا۔

فارسی زبان

۱۔ حیات خاں باقی کولابی: سب سے پہلے یہ قصہ باقی کولابی نے فارسی زبان میں لکھا۔ اس کے بارے میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ اکبری عہد کا شاعر تھا۔ کولاب کا رہنے والا تھا۔ کولاب سے ہندوستان آیا۔ کافی دیر ہندوستان میں رہا۔ ۹۷۰ھ میں جب معصوم خاں کابلی نے بغاوت کی تو کولابی اس

میں مارا گیا۔[۱]

اس کا تحریر کردہ قصہ پنجابی زبان کے قصوں سے ذرا مختلف ہے۔ اس میں دھیدو ایک پیدائشی عاشق ہے اور اس نے بغیر دیکھے ہیر کو دل دے دیا۔ جب عشق نے تن من میں آگ لگادی تو ماں نے بڑی شفقت سے سمجھایا، لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور ماں کو خون کے آنسو بہاتے چھوڑ کر گھر سے فرار ہوگیا۔ آگے چل کر اس کو پانچ پیر ملتے ہیں جو اس کو اشیر باد دیتے ہیں۔ ہیر کے گاؤں میں جاکر یہ ہیر کے والد سے ملتا ہے، پھر جب ہیر اس کو دیکھتی ہے تو اس پر عاشق ہوجاتی ہے۔

۲- سعید سعیدی — یہ ایک مشہور مصنف تھا، مگر اس کی زندگی کے حالات مفقود ہیں۔ اس نے فارسی مثنوی "افسانۂ دلپذیر" تحریر کیا۔ سب سے قدیم افسانہ دلپذیر ہے جو سعید سعیدی نے نظم کیا۔ یہ قلمی نسخہ کتاب خانۂ دانش گاہ پنجاب میں موجود ہے۔ اس کے شروع اور آخر کے اوراق افتادہ ہیں اس لیے مصنف، کاتب اور تاریخ کے متعلق معلومات حاصل نہیں۔ اس کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ یہ شاہ جہان کے عہد میں ۱۶۲۸ء سے ۱۶۵۸ء تک موجود تھا۔ "افسانۂ دلپذیر" کے مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ افسانہ اس نے خود تحریر کیا ہے، کسی سے سنا نہیں۔ قصے کے متن میں جا بجا اپنا نام سعید اور تخلص سعیدی نظم کیا ہے۔ اپنے آپ کو وہ سعید جامی بھی کہتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں اس کے تخلص ہوں:

گفتی کہ سعید باخیال است	در کوچۂ عشق پائیمال است	(برگ ۲ ب)
چوں دیدہ بآن نہد سعیدی	ہر لحظہ فغان کند سعیدی	(برگ ۱۶ ب)
این عالم بیوفا سعیدی	زنہار مجو وفا سعیدی	(برگ ۱۱۳ الف)
امروز منم سعید جامی	خاک کف خسرو و نظامی	(برگ ۲۵ الف)

اس قصے کے آغاز میں شاہ جہان کی مدح کی گئی ہے، جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

یارب کہ ہمیشہ باد خرم	وز گردش زمانہ بیغم
او شاہ جہانست شاہ بادا	عالم ہمہ در پناہ بادا

---

[۱] منتخب التواریخ جلد سوم، ص ۱۹۴ - بدایونی

مست از می ساغر زبرجد ہر لحظہ شہاب الدین محمد
صاحب صاحبقران ثانی خوش بر سر تخت کامرانی (برگ ۷ ب)

سید سعیدی نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس نے افسانۂ ہیر سب سے پہلے نظم کیا ہے اور اسی کی کاوشوں کی بدولت یہ مشہورِ زمانہ ہوا ہے:

خوبان جہان فسانہ ہستند رسوا شدۂ زمانہ ہستند
مشہور زمانہ داستانند خوبان ہمہ شہرۂ جہانند
افسانۂ ہیر کس نگفتہ است این در کسی نسفتہ است
برخیز ہمین سخن بیان کن افسانۂ ہیر داستان کن
آن بکر جمیلہ بود مستور اکنون شد این فسانہ مشہور (برگ ۱۰ ب)

سعیدی نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس نے یہ قصہ کسی سے نہیں سنا:

این گفت و شنود زادۂ طبع ہر نکتہ بدل نہادۂ طبع
از کس نشنیدم این حکایت وز طبع کشیدم این روایت
با مفتی دل ہمیشہ یادم زین گفت و شنود بیقرارم
ہر لحظہ بدل فسانہ گویم افسانۂ عاشقانہ گویم (برگ ۱۴ ب)

وہ لکھتا ہے:

چون داد برانجہ جان دل ہیر خویشان ہمہ زو شدند دلگیر
ہر کس بسخن زبان کشودند با رانجہ و ہیر طعنہ دادند
گفتند بہیر کای پری زاد یکبار شدی زعالم آزاد
خود را تو چو دردمند کردی خوش اسم پدر بلند کردی
خویشان قبیلہ از تو بیزار درعشق کسی شدی گرفتار (برگ ۲۸ ب)

۳۔ میر محمد مراد لائق جون پوری: مثنوی ہیر و رانجھا (۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء) مصنف عالمگیر کے عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا نام محمد عاشق یا محمد مراد تھا — نمونۂ کلام یہ ہے:

آن را کہ گرفت عشق ای دل آسان نہ شدہ علاج مشکل!

معجون وصال یار یابد شربت زلب نگار یابد
باختۂ درد آشنایی دیدار خوش است مومیایی
من خفته چو خفتگاں خاکم من خفتہ نہ زندہ ام ہلاکم
درحشر بہ مردگان بہ خزم گویی کہ چنان نیم کہ خزم

۴۔ میتا چنابی : "عشقیہ پنجاب یا قصہ ہیر و رانجھا" (۱۱۱۰ھ/ ۱۶۹۸ء) مصنف کا اصلی نام "میتا پسر حکیم درویش" اور تخلص چنابی ہے جو دریائے چناب سے منسوب ہے۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع میں لکھتا ہے :

سعدی از شیراز و میراز دہلی و جامی ز جام صائب از ایران چنابی تازہ گوئی از چناب

چنابی پنجاب کا ایک دیہاتی شاعر تھا۔ یہ کتاب اس نے اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں تصنیف کی۔ "این قصہ بہ عہدِ شاہ اورنگ زیب بگرفت بہ نظم فارسی رنگ" اور تاریخ تصنیف ۱۱۱۰ھ ہے یلہ تاریخِ دعاست بہر این باغ 'بد' دور چنابی از "چنین باغ"۔ اگر چنین کے اعداد سے "بد" کے اعداد خارج کر دیں تو ۱۱۱۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

سب سے پہلے چنابی نے ہی اسے "ہندوی" سے فارسی نظم میں ترجمہ کیا — نمونہ کلام یہ ہے :

معمورۂ چو چک است این شہر عبرت گہ بیشک است این شہر
ویرانست کنون چو بود آباد یاد از چمن بہشت مے داد
آثار عمارتست بازار اکنون نہ متاع نی خریدار
رفتہ کہ ازین سرای با آب عریان نہ در رود بہ تالاب
وارث بہ قفاش بود فرزند شد حاکم این سواد یک چند

۵۔ شاہ فقیر اللہ آفرین لاہوری نے ہیر و رانجھا مسمی بہ "نازونیاز" ۱۱۴۳ھ/ ۳۱-۱۷۳۰ء میں تصنیف کیا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب میں ہے جو ۱۲۱۲ ق میں لکھا گیا۔ اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے — نمونہ کلام یہ ہے :

لہ اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۲۷ء

پریزاد دختی گرامی نژاد حیا بندۂ عفتش مادر زاد
بتی گرد سر نرگسش نیم باز ز سر تا قدم فتنہ لبریز ناز
شفق بیز از تاب رویش نقاب بخوبی جگر گوشۂ آفتاب
رخش صبح نوروز حسن از دو سو شب قدر زلفین پیچیدہ مو
قدی در روش محشر فتنہ ساز خرامید لعل گردش چشم ناز
بود ہیر نام آن پریزاد چہر وفا مادر آورد ہمزاد مہر (دیگتا ۱۷)
کہ در وصف گفتن نیابند صواب مفروز بیہودہ نار قلاب
میا زار بیچارہ درویش را بالماس مرہم مدہ ریش را (دیگتا الف)

۶- احمد یار خاں یکتا: مثنوی یکتا (۱۱۴۷ھ/ ۳۵-۱۷۳۴ء) مثنوی یکتا یعنی داستان ہیر و رانجھا "احمد یار خاں" متخلص بہ "یکتا" کی تالیف ہے اسے مولوی محمد باقر صاحب پرنسپل فورمن کالج نے ۱۳۲۷ھ میں لاہور سے شائع کیا تھا — نمونۂ کلام:

سادہ و پختہ گفتن آسان نیست کار ہر شاعر سخندان نیست (ص ۴۸)
ہر دو ہستند زندہ و قائم تا قیامت ہمیشہ و دائم
تا ہنوز اند ہر دو باہم یار لیک پنہان ز دیدۂ اغیار
اولیا تا ابد نمی میرند دست افتادہ میگیرند (ص ۴۸)
بعد مدح چہار یار کرام ما بجا را از زبان ہیر سلام
کای شہ عاشقان آزادہ خود ہوش و بیان عقل دادہ
گوش کن قصۂ دو عالم ہیر خستہ عیسی بدام غم اسیر
دردمندی مریض رنجوری بیدل نا امید تا ابد مہجوری
کشتنی دیدہ زمانہ دو گشتہ پامال گردش گردون
کشتۂ قہر جور ظلم و ستم ما جری مبتلای حسد و الم
رانۂ بزمگاہ قرب قبول فرد تنہا لعین کنج خمول
گشتہ در جوش توقعات جستی مدد از فراق تو خلاص

چون کسی از مقام خویش سفر کسوت جوگیان بکن در بر

گر چنین شد بمن زغیب الہام نرسی جز باین لباس بکام (ص ۴۳-۴۴)

۷- سندر داس آرام ـــ گلشن راز عشق و وفا (۱۱۷۱ھ / ۵۸-۱۷۵۷ء) - ہیر و رانجھے کا قصہ ہندوستان میں کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ مثنوی فارسی قصوں میں سب سے پہلے گوردا س کھتری (قوم کوہلی) ساکن قصبہ سنکھترہ کا ہے، اس کی تاریخ تصنیف معلوم نہیں۔ لیکن اس کا ایک نسخہ قاضی فضل حق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کے پاس موجود تھا جو ۱۱۲۱ھ میں لکھا گیا تھا۔ گوردا س نے اس قصے کو دمودر اروڑہ ساکن جھنگ کے ہندی قصہ ہیر و رانجھا پر مبنی کیا ہے، جو اس نے راجہ رام کھتری عرف گجرال ساکن بھیرہ سے سنا۔ یہ شخص اورنگ زیب کے زمانے میں گجرات میں آباد تھا۔ دمودر کا کہنا ہے کہ چوچک خاں سیال اکبر کے زمانے کا آدمی تھا۔

۸- اس قصے کو منشا رام خوشابی نے ۱۱۵۷ھ/۴۴-۱۷۴۳ء میں فضول عبارت آرائی اور بے جا رنگین بیانی سے بہت پھیلا کر دوبارہ تحریر کیا اور کہا کہ یہ اس کی اپنی تصنیف ہے اور راجہ رام نے دمودر والی روایت براہِ راست اس کو پہنچائی ہے یعنی وہ گوردا س والے قصے سے بالکل بے خبر ہے۔

۹- یہی قصہ ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء میں عبرتی عظیم آبادی نے "سراج المحبت" کے نام سے فارسی نثر میں تحریر کیا۔ (فہرست مجموعہ کرزن کلکتہ: ۳۱۴)

خان بہادر چوہدری شہاب الدین مرحوم کے کتب خانے میں چھ قلمی اور مطبوعہ مثنویاں، جو اس قصے پر مشتمل ہیں، موجود ہیں۔

۱۰- ہیر و رانجھا "تصنیف و تالیف میر خسرو" آغاز مثنوی :

ای چہرہ کشای حسن تدبیر دی ہوش ربای عقل و تدبیر

درج ذیل شعر سے پتا چلتا ہے کہ شاعر امیر خسرو نہیں بلکہ کوئی اور شخص ہے۔

لائق کہ نہ لائق بہشت است شرمندہ بخود ز فعل زشت است

خاتمہ اس شعر پر ہوتا ہے :

ہر کس کہ ازین صحیفہ خواند بی خواندن فاتحہ نماند

۱۱- مثنوی باقی : یہ نسخہ ناقص الاول ہے۔ پہلا عنوان یہ ہے "درصفت بادشاہ عالم پناہ

اکبر شاہ گوید"

اکبر بود آن شا جہا ندار — کوراست بہر سو (کذا) مالک بسیار
دارد دو ہزار بندہ جاوید — کو تیغ زدہ بغرق جمشید
از سر حد ہند تا حد چین — بگرفت بزور خنجر کین

ایک اور عنوان ہے: درصفت پیر خود گوید:

شاہ عبید (عبد؟) اللہ شہ خردمند — کز وی شد جملہ خلق خورسند

کون سے اکبر شاہ کے زمانے میں یہ مثنوی تحریر کی گئی، یہ معلوم نہیں ہو سکا۔

۱۲- قصہ ہیر و رانجھا مسمی بہ "ناز و نیاز" از شاہ فقیر اللہ آفرین لاہوری المتوفی ۱۱۵۴ھ۔ اس نسخے میں ۷۶ ورق ہیں۔

آغاز: بنام چمن ساز ناز و نیاز — کہ خار نیازش بود سرو ناز
خاتمہ۔ گلستان کن صبح و شامم توئی — چمن ساز عیش مدامم توئی

یہ نسخہ محبوب عالم سیالکوٹی نے ختم کیا۔

۱۳- قصہ ہیر و رانجھا از میر قمر الدین منت دہلوی: وہ کلکتہ میں ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۴ء میں بعمر ۴۹ سال فوت ہوا۔ یہ قصہ اس نے "ممتاز الدولہ" جانسن کے نام پر لکھا۔ مسٹر رچرڈ جانسن نے منت کو وارن ہیسٹنگز کے سامنے پیش کیا تو گورنر جنرل مذکور نے اس کو ملک الشعرا کا خطاب عطا کیا۔

آغاز: خداوند طلسم راز بکشا — بمن سیر نیا و ناز بنما

تاریخ تصنیف کے متعلق اس نے لکھا ہے:

پی این نامۂ خوش سال اتمام — چنین در قطعہ کردند اتمام
تاریخ: سال تاریخ این کتاب شگرف — خواہت منت ز عقل با تدبیر
خردش از سر بدیعہ بگفت — قصہ عشق ہیر رانجھن گیر

اور اگر "ہیر و رانجھن" پڑھیں تو سال اتمام ۱۱۹۶ھ ہوگا۔ اس نسخے میں ۹۱ ورق ہیں۔

۱۴- مثنوی نواب احمد خاں گورگانی یکتا دہلوی یعنی داستان ہیر و رانجھا۔ یہ طبع شدہ نسخہ ہے اس کو مولوی محمد باقر پروفیسر مشن کالج نے چھپوایا تھا مصنف کا سال وفات ۱۱۴۷ھ ہے۔

۱۵۔ نگارین نامہ المعروف ہیر و رانجھا مصنفہ لالہ کنہیا لال - یہ کتاب ۱۸۸۲ء/۱۲۹۹ھ میں وکٹوریہ پریس لاہور میں ۲۱۲ صفحات پر چھپی۔

۱۶۔ مثنوی آرام : ان مثنویوں کے علاوہ ایک اور مثنوی ہے جس کا مصنف سندر داس آرام ہے۔ (کتاب خانہ ریاست کپورتھلہ کے ایک خطی مجموعے[۵۸] میں ہے)۔ جمادی الاولیٰ ۱۱۷۱ھ کو ختم ہوئی۔ کتاب میں کل ۶۹ داستانیں ہیں۔

اقتباس از مثنوی آرام : سانپ کے کاٹے کا علاج۔

همه مرد و زن از بیگانه خویش — به غمخواری ز دردش چاره اندیش
یکی تجویز کردی جوز مائل — دگر دادی سیه روغن بفلفل
یکی چوب سیه بر زخم سائید — دگر هر لحظه شیر عشر مالید
یکی سودی بساقش زهر مهره — که این دارد بدفع زهر شهره
دگر از بهر او آورد تریاق — که این نادر بود در جمله آفاق
یکی افشرد زخم مار پیهم — شود تا خون زهر آلوداش کم
دگر می بست محکم ساق دلخواه — مبادا زو باید در تنش راه
فسون خوانان زهر سو جمع گشتند — همه گرد سر آن شمع گشتند
فسون کس نیامد سازوارش — گزید از بسکه مار هجر یارش

۱۷۔ نگارین نامہ از رائے بہادر گھنیا لال المتخلص بہ ہندی : فارسی میں لکھے ہوئے ہیر و رانجھا کے قصوں میں سب سے آخر میں مثنوی نگارین نامہ مرتب ہوئی اور ۱۸۸۱ عیسوی میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ انگریزی عہد کے ابتدائی عہد تک لاہور میں فارسی اس قدر مقبول تھی کہ اس مثنوی کے کم از کم دو ایڈیشن چند سالوں میں شائع ہو گئے۔

برائے انکشاف حال تاریخ — چو از ہاتف بجستم سال تاریخ
ندا از چرخ چارم زد مسیحا — بگو "پر درد نظم ہیر و رانجھا"
۱۸۸۱ء

نمونۂ کلام :

چو بود این قصه در پنجاب مشهور — زبان زد جهان در خلق مذکور

نوشتم این نگارین نامۂ خویش | بنام آں دو یاران وفا کیش
اگرچہ بیش ازیں وارث سخندان | رقم کرد است نظم حال ایشان
مگر نظمش بہ پنجابی زبان است | کہ مطبوع دل پنجابیاں است
ہر آن شائق کہ پنجابی ندا ند | ز مطلب سر بسر بی بہرہ ماند
چون من این قصۂ مطبوع گفتم | گہر در پارسی سر رشتہ سفتم
کہ از ہر یک زبان این خوش زبان ہست | عزیز خلق و مطبوع جہاں است (ص ۹)

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ درج ذیل لوگوں نے بھی فارسی زبان میں قصہ ہیر و رانجھا کو نظم کیا:

(۱) علی بیگ نے ۱۱۲۳ھ میں (۲) غلام سرور نے ۱۲۳۹ھ میں (۳) ایشاٹک سوسائٹی بنگال کے کتاب خانے میں فارسی کی ایک نامکمل مثنوی موجود ہے۔" فدائی" یا "ساقی" نے نظم کی ہے۔ (۴) مقبول احمد ابن مولوی قدرت احمد فاروقی گوپاموئی نے اس قصے کا کچھ حصہ فارسی میں منظوم کیا۔

پنجابی زبان

۱۔ اروڑہ دمودر — دمودر کے زمانے کا صحیح علم نہیں ہے۔ میاں مولا بخش کشتہ امرتسری کے مطابق اس کی پیدائش لودھیوں کے زمانے میں ہوئی اور اکبر کے زمانے میں فوت ہوا۔ قریشی عبدالغفور نے شاہجہان اور اورنگ زیب کا زمانہ بتایا ہے۔ سر رچرڈ ٹمپل نے اس کو اکبر کے زمانے میں شمار کیا ہے۔ دمودر ضلع جھنگ میں کسی مقام پر پٹواری تھا۔ ذات کا اروڑہ گلاٹی تھا اور دکان داری کرتا تھا۔

دمودر کی داستان کے مطابق دھیدو ابھی چھ سال کا تھا کہ اس کی والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں کی موت کے بعد والد اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ اس پر دوسرے بھائی حسد کرتے تھے۔ اس کا والد یہ دیکھ کر سسکیاں لیتا مر گیا۔ کیوں کہ وہ چاہتا تھا کہ دھیدو (رانجھا) کی شادی بڑے گھرانے میں کرے جو اس کا سہارا بن سکے۔ اسی اثنا میں دھیدو باپ کی موت کے بعد گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ اس کی ملاقات پانچ پیروں سے ہوتی ہے اور وہ اس کو دعا دیتے ہیں، لیکن جب ہیر کی شادی ہو جاتی ہے تو دھیدو گھر واپس آجاتا ہے۔ اپنی منگیتر وڈانیاں کی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ ہیر کو اس کا علم ہوتا ہے تو وہ اپنی نند کے ہاتھ پیغام بھجواتی ہے، پھر دھیدو جوگی بن کر ہیر کے پاس جاتا ہے، اس کو نکال کر لے جاتا ہے۔ کھیڑوں کو پتا چلتا ہے وہ شور مچاتے ہیں تو قاضی ہیر کو زبردستی واپس کر دیتا ہے۔ شہر کو آگ لگ

جاتی ہے۔ قاضی خیال کرتا ہے کہ بڑا ظلم ہوا ہے، لہٰذا ہیر کو واپس کر دیتا ہے۔ تمام شہر والے را نجھے کو الودع کہنے آتے ہیں۔ اس وقت را نجھا ان کو بتاتا ہے کہ دونوں ہیچ ہو جائیں گے دوبارہ نہیں لوٹیں گے

نمونہ کلام : دمعہ

ہیر کا جواب بھائیوں کو :

سن ویرا خاناں تے سلطاناں کیتے تہانوں گو استایا — مجھیں چار کے راوں آئے ویلیں تو مٹھ پایا

کڑیاں کتنے چک کوہی مینوں نظر نہ آیا — آت نوں آکھیاں تدھ سدائیں کجھ نہ میٹھا کھایا

تخت ہزارہ وطن اساڈا معظم میں جایا — پیا وخت میں گھروں نکھیا مک سیالیں آیا

چوچک دے گھر بیٹی جگی ہیر سونا دن رکھایا — دیکھ دکھاتا اس دے پچھے اس میرا جو چھایا

پرنی گھر دیس کھیڑیاں دے نال میں تعینہ پایا

آکھو دھیدو کتنے دہیرن کو میاں کر شوق بلائیاں

ملیاں آ ر نجھیٹے تائیں بہت ویراگ و نتا یا

چن چڑھیا کل عالم ویکھے میں ڈا چن اُڈائیں — راہ تکیندی تے کاگ اُڈیندی بیٹھی جاتی پائیں

سک تساڈی توشہ میںڈا بدھی بیٹھی کھائیں — کدی تاں چت کریسی خاوند کھیل دا شرم تساں ئیں

۲۔ احمد کوی — اس کے لکھے ہوئے قصے پر وارث شاہ نے اپنے قصے کی بنیاد رکھی۔ ۱۶۹۲ء میں احمد کوی نے قصے کو نظم کیا۔ ان کی زندگی کے حالات بھی اچھی طرح نہیں ملتے۔ صرف یہ پتا چلتا ہے کہ اورنگ زیب کے زمانے میں ۱۶۹۲ء میں اپنی کتاب مکمل کی۔ دونوں معاشرے کی تصویر ایک ہی طرز پر کھینچتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جب رانجھا گھر سے پرانت لے کے جاتا ہے تو ہیر مر جاتی ہے۔

نمونہ کلام :

اُدھر بسدہ والد لوکتا اکھو سے نے تاں میں آئیا ساں اینت ڈیرے

میں تے واسطے ہو دے جگ لیا ہو کم نال سا کوئی نال میرے

مینوں وسچھو گیا گم میرا مینوں دکھڑے پے آن گھنیرے

کرامات تیری اساں ڈھونڈ ڈٹھا حکم دے بچے دہند لگاں سویرے

بسطے جو گ بھبوت لے اپنی ہو ہیر کس درست کر دے میرے

۳۔ مقبل :۔ اس کا اصل نام شاہ جہان اور تخلص مقبل تھا۔ حضرت شاہ [illegible] (غلام [illegible]) کا مرید ہوا۔ نابینا تھا۔ مقبل نے بھی اعلیٰ کوٹی کی ہیر لکھی ہے۔

وارث شاہ اور مقبل میں فرق یہ ہے کہ مقبل کے قصہ میں رانجھا خواب میں ہیر کو دیکھ کر اس کا عاشق ہو جاتا ہے۔ وارث شاہ کے قصہ میں رانجھا ہیر کی شہرت سن کر اس کا عاشق ہو جاتا ہے۔ یہ اس داستان کا خوبصورت حصہ ہے۔ دونوں نے دیہات کی زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔ زندگی، رسم و رواج، اچھی بری عادات وغیرہ۔

نمونۂ کلام :

رانجھا آکھدا اینا حکم تیرا اساں کون ذرا وغول میاں — جا ساں ہیر تے رنگ پور کھیڑیاں دے جیندا [illegible] وصل میاں
خانہ وچ جا ملن دے عجز کر کے مت [illegible] قبول میاں — مقبل عجب بچھیں [illegible] سوداں ہو عشق نائیں کجھ وصول میاں

ہیر مقبل ۱۲۸۲ق میں مطبع پنجابی لاہور سے چھپی۔

تحقیق خدمت : (۱) مقبل حافظ شاہ جہان۔ ہیر رانجھا مقبل مرتبہ بنارسی داس۔ لاہور، پنجاب یونیورسٹی،
۱۹۶۲ء۔ ۱۶۸ ص

(۲) ہیر رانجھا مرتبہ حنیف شاہ۔ فیصل آباد، پنجابی ادب ۱۹۷۸ء۔ ۱۲+۴۴ص۔

دیگر نمونۂ کلام : مقبل

گلاں وڈیاں بے شعور ہین ذات [illegible] پیر سلام داریں — سر جاندے نہیں اشوہیاں دے ناگاں کالیاں نوں تہ پاونایں
[illegible] [illegible] — تیرا جوبن ہے سوئیاں کھاونے تے لہو اپنے مقبلا نہاوناں ایں
رانجھا آکھدا [illegible] ہیر آپے [illegible] آئے کئیں — کھیڑ جیوساں رہاں غلام تیرا تیری گل کرساں دل لائے کئیں
[illegible] [illegible] — مقبل نال نوں بھیت نہ مول دیئے تسیں یکہ وتو آ رلائے کئیں

جب [illegible] تال [illegible] کردا او مقبلا ب [illegible]
[illegible] کریں توں [illegible] ہوسی رب توں نوں تیرا
[illegible] رسول دی [illegible] عمل مر [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible] شمارہ ۲۵ - ۵۴

۴۔ وارث شاہ — وارث شاہ جنڈیالہ شیر خاں ضلع شیخوپورہ میں ۱۱۳۵ھ (۱۷۲۲ء) میں پیدا ہوا۔ والد کا نام قطب شاہ تھا۔ استاد سید غلام مرتضےٰ یا غلام محی الدین قصوری تھے۔ دینی کتب ان سے پڑھیں۔ عربی پر عبور تھا۔ اس کتاب کی تصنیف کے بارے مشہور ہے کہ وارث شاہ زاہد کی ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا تو اس نے اس عشق کو "ہیر رانجھے" کے قصے کی شکل میں نظم کیا، لیکن یہ بات مستند تذکروں سے ثابت نہیں ہے۔ وارث شاہ نے احمد گوہی اور مقبل کے قصوں سے فائدہ اٹھایا۔ وارث شاہ نے ملک کی سیاسی، معاشرتی، معاشی، مذہبی حالت کا نقشہ پیش کیا۔ ۱۷۶۶ء میں قصہ نظم کیا۔

وارث شاہ آخر میں (معرفت کے رنگ میں) لکھتا ہے:

اوہ روح قلبوت دا ذکر سارا نال عقل دے میل ملایا ای!

اور کرداروں کی تقسیم خود اس طرح کرتا ہے:

(۱) ہیر (روح) (۲) رانجھا (چاک) جسم، قلبوت (۳) پنج پیر (حواسِ خمسہ) (۴) قاضی (حق) (۵) کوٹھا (گور) (۶) حیالی (منکر نکیر) (۷) سیدا (عزرائیل) (۸) سہتی (موت) (۹) کیدو (شیطان) (۱۰) جوگ (عورت) (۱۱) سیالاں دی مجھیں (دنیا کی مزدوری) وغیرہ وغیرہ

وارث شاہ کے چند مصرعے اور مقطعے:

بھکھا کھنڈ تے کھیر دا ہویا راکھا رنڈا چلیا ساک کراونے نوں!
گدڑ کچہریاں دا جمعدار ہویا اونٹھ چلیا باغ لگاونے نوں!
ناتھا جیوندیاں مرن ہے کھرا دکھا ساتھوں ایہہ نہ وعدے ہوونے نی
اساں جٹ ہاں ناڑیاں کرن والے اساں جھگڑے نئیں پرونے نی
ایتھوں کن پڑا ئیکے خوار ہوئے ساتھوں نئیں ہندے ایڈے رونے نی
ساتھوں کھیری نا وند جائے سانبھی اساں ڈھگ ای انت نوں جوونے نی
رناں نال بجے ورجدے چیلیاں نوں ایہہ گورو نہ لبھ کے جوونے نی

وارث شاہ کی ہیر پنجاب میں سب سے زیادہ مقبول ہوئی۔ اس کو کئی لوگوں نے مرتب کیا اور چھاپا۔

۵۔ احمد یار — اس کی پیدائش ۱۷۶۸ء میں ہوئی اور ۱۸۴۵ء میں فوت ہوا۔ اس کا والد تحصیل وزیرآباد کے ایک گاؤں سوہدرہ کا رہنے والا تھا۔ یہاں سے جلالپور جٹاں کے قریب قلعہ اسلام چلا گیا۔ احمد یار

۱۸۴۰ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے کہنے پر لاہور آگیا۔ فتوحاتِ خالصہ شاہ نامے کے نمونے پر فارسی میں تحریر کی۔ پنجابی زبان میں ہیر و رانجھا لکھی۔

نمونہ کلام :

ناتھا آکھدوں لیک لایوئی وت ہتیں دیون لگوں	دردواں ہیریاں دی کرکاری راہ کم دا دس اگوں
چک کڈھیاں ہیں ہیر جلی دے عشق جہانوں جگوں	دنیا وچہ کائی پت نہ میری رہی نہ دانٹری بگوں
پنجی ور ہے چکایاں مہیں طمع والی اس رگوں	پلے پیا نئیں اک پیسہ مینوں چوچک ٹھگوں
الیس کھیڑیاں نوں گھت وتی ڈولی ہلک پیا جگوں	احمد یارا دید نیناں ئیں ہیر کر کوئی واردں سگوں

طبع شدہ ، احمد یار، مولوی — ہیر و رانجھا۔ لاہور، مطبع مفید عام، ۱۳۴۶ھ

۶۔ محمد شاہ : ہیرو رانجھے کی کہانی ۱۸۵۲ء میں چالسی حرفی کی شکل میں تحریر کی۔ علاقہ پوٹھوہار کا رہنے والا تھا۔ اس کی امتیازی تحریر یہ ہے کہ رانجھا بھائی اور بھاوجوں سے لڑ جھگڑ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ اس کا ہیر کا کوئی خیال نہ تھا۔ جب رات چناب کے کنارے گزاری تو اس وقت پانچ پیروں نے اس کو دودھ پلایا اور ہیر بخش دی اور جھنگ کی طرف جانے کے لیے نصیحت کی۔ باقی کہانی دوسرے تحریر کنندگان سے مشابہت رکھتی ہے۔

نمونہ کلام :

عرض سن کے ساہورا نجھنے دی گرو دے پاس لے جاوندا ئے
نمسکار کر کے گورتھ ناتھ آگے چرن پکڑ کے عرض سناوندا ئے
گورو سن کے گل حقیقتاں دی منتر جوگ دا ہتھ پھڑاوندا ئے
محمد شاہ رانجھے دے لق پاڑے کڈھ درشنی منڈراں پاوندا ئے

طبع شدہ : محمد شاہ، پیر۔ قصہ ہیر رانجھا (منظوم پنجابی)۔ لاہور، محبوب عالم، ۱۹۳۱ء۔

قصہ ہیر رانجھا۔ لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز۔ سالِ طباعت تحریر نہیں۔

۷۔ جوگ سنگھ — محمد شاہ کی طرح جوگ سنگھ نے بھی سی حرفی کی شکل میں ہیر و رانجھا کا قصہ لکھا۔ سالِ تصنیف معلوم نہیں، لیکن گوٹیر کے مطابق یہ انیسوی صدی کی تصنیف ہے۔ جوگ سنگھ کے مطابق ہیر کا نکاح پانچ پیر رانجھے سے کرا دیتے ہیں اور ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ دنیا جھوٹ کا گھر ہے، اللہ اللہ کرو اور تکبر نہ کرو۔ کہہ کر غائب ہو جاتے ہیں۔

اس کا قصہ دیگر قصوں سے بڑا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب رانجھا لوڑ کر لے جاتا ہے تو ہیر جا کر مرجاتی ہے:

نمونہ کلام :

پار کرکے کن میر تے گیا تا تھی تیں عورتاں بیکتیاں وانگی سینوں دس کے
ایہہ گل آکھ جے دشاں لگی مینوں پل دکھلونا تیرے پاس جا نذرانس کے
واسطے میں پیر دے پڑا کے کن جو گی ایہہ چل پا تیرے پاس جہیں کے

۸۔ مندرجہ ذیل پنجابی شعرا کے علاوہ درج ذیل شعرا نے بھی قصہ ہیر رانجھا نظم کیا،
بھائی گوردا س ، ہیبل ، مولوی عبد اللہ ، میاں چراغ اعوان ، ہاشم ، مولا شاہ ، احمد شاہ ، سائیں مولا بخش ،
پیر غلام جیلانی ، علی حیدر ، حامد شاہ ، محمد شاہ ، دائم اقبال ، امام دین مفتی ، عبد الستار ، مولا بخش کشتہ ،
حسین میراں بخش ، میاں محمد لوٹا ، شاہ شرف اللہ زرگر ، عبد الواحد ، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ، غلام جیلانی ، بھگی ،
نور دین ، محمد دین سوختہ ، کشن سنگھ عارف ، لاہور سنگھ ، افضل شاہ ، احمد [illegible] ، احمد بخش [illegible]۔

۹۔ افضل شاہ ۔۔ ہیر رانجھا پنجابی ۔ لاہور ، مولوی محمد شاہ تاجر ۔ ۱۳۳۲ھ ۔ ۱۴۳ ص

نمونہ کلام : افضل شاہ

جتی سوہنی جو جٹ دی ویکھا گھنی کرتے عشق حلال ادا ہیر دے
پیا سوہنی جو باپ دی گل مانے [illegible] سوہنی جو [illegible] ہیر دے
زاہد سوہنی جو بیٹھ کے نال کھڑے کرے ذکر تے یاد خدا ہیر دے
رنگ سوہنی جو [illegible] ہیر دے
پیر سوہنی جو دل [illegible] ہیر دے
کوادی سوہنی جو [illegible] ہیر دے
[illegible] ہیر دے
نار سوہنی جو پیار [illegible] ہیر دے
ذات سوہنی جو [illegible] ہیر دے
سو رنگا [illegible] ہیر دے
بے کر ہیں میرا [illegible] افضل [illegible] ہیر دے

۱۰۔ نمونۂ کلام از ہیر احمد

مائے بھلا جوگی ساڈی نگری آیا اوہدے منہ دیاں تکھیاں گھتیاں نیں
اٹھ پیر صاحب نوں یاد کردا اکھیں عشق ملا دے رتیاں نیں
صوفی کیتی نہ کتاب چراغ دا بھورا اکھیں یا محمد دے متیاں نیں
نیں لالچی نہیں سوال پاوندا لوک دین تے کرن بنتیاں نیں

رانجھا ہیر دے ساہمنے جا وڑیا بھکھا جیوں کر پھرے آنولا جی
اگے پلنگ تے ساہمنے ہیر بیٹھی جا دوشناں ہوئیاں اکاولا جی
ہیر مکھ تے سکی آتے یار تائیں بھیکھ بدل کیتا رنگ سانولا جی
چلے بسکھ ہیرے پھیرا لکھ جاگے سہتی پچھدا کیہڑا آکھیا باولا جی

۱۱۔ کشتہ، مولا بخش — ہیر وارث رانجھا۔ لاہور: مصنف، س۔ن۔ ۲۲۴ ص

نمونۂ کلام از مولا بخش کشتہ

پوہ پئے پیغمبری وقت سانوں کتھوں تیک خبر ہے ایہ دین گے وے
تینوں تریندی وندیاں اڈیاں سایاں لیڈی کول مصیبتاں سہن گے وے
اک پین لگا دو جا دوگی بچکے بدل چمڑے خبرے کدوں لین گے وے
جیہڑے آکس دے قطعے اساں دی سال کچے کوٹھیاں وانگ ہن ڈھین گے وے
کیہڑے کپنے ہی پائے چل اوسن اساں کھنگراں نال بچھین گے وے
پانی گنبداں تے لگی ٹھہر پانیں نہ ویں جگہ ندی نالے ویہن گے وے
ویندا اکھندا جے آگیوں کیہہ پایا مریا حال لوکی تینوں کہن گے وے
تیری ہیر نہ ہور آیا کشتہ کھیت کپن تے گڈاہ کیمن گے وے

چڑھیا ماگھ مہینوں یار اخبار ہتھے ہویاں سک کیتے ووگن تارڈے وے
رہیوں مونہ جت اگوں رانجھناں نوں جان بھیجوں چیر ابھارڈے وے
جل ہی جان ہے ہجر دے وچ آگے آگوں تیل پا ہوراہ ساڑدے وے
ویکھ سکھیاں دے جذیں موڑیں سہتی اگوں کتیاں وانگ اوپھاڑدے وے

واقف کار نہیں کھاندے وساہ کشتہ کٹتے کاں کلال کراڑ دے وے

۱۲۔ نمونہ کلام: لاہورا سنگھ

دھیئے کراں کیہہ کوئی نہ پیش جاندی دُکھ ہیر دلوں چھاتی دھکھ دی اے
باہر اٹھ کے کدے نہ جھات ماری شرمسار ڈاڑھی نیک لکھ دی اے
سائیں بھاگ لائے و دے ویل وانگوں تہی جھنگ سیال دے ُکھ دی اے
میری نونہہ شنگار ہے انگنے دا چند وانگ چمکے ٹکی لکھ دی اے
گھر کھیڑیاں دے دھیئے سترو ڈا ویکھن شکل نہ خیر منکھ دی اے

۱۳۔ نمونہ کلام: کشن سنگھ عارف

باز جوار نہ کھاوندے شیر نوں گھاہ اہار
ساہناں نوں ہل واہناں ہندا ہے دشوار
پھر نہیں پھردے سورمے پھڑ ننگی تلوار
چِٹی ہندی عاشقاں دنیا دالی سرکار
کم کریندے مرد حق جگ وچ وانگ وکار
جوگ بھوگ دا میل کیہ میل کیہ موتی سار
کم نہ سنجھ دے کشن سنگھ باجھ پیارے یار

فارسی، پنجابی کے علاوہ قصہ ہیر رانجھا مندرجہ ذیل زبانوں میں بھی تحریر کیا گیا۔

ہندی

۱۔ گنگ بھٹ نے ۱۵۶۵ میں قصہ کو ہندی میں تحریر کیا۔

۲۔ گورو داس ل کھتری نے ۱۷۰۶ء میں لکھا۔

۳۔ گورو گوبند سنگھ نے "تریا چرتر" کے نام سے تحریر کیا۔

انگریزی

۱۔ سر رچرڈ ٹمپل نے اس قصے کو انگریزی میں تحریر کیا۔

۲۔ مسٹر جی۔ سی۔ آسبورن، ڈی۔ سی جھنگ نے یہ قصہ لکھا۔

۳- پروفیسر سنت سنگھ نے بھی تحریر کیا۔

۴- سردار عبدالقادر آفندی نے میر قمرالدین منت دہلوی کی فارسی تصنیف "عشق ہیر و رانجھن" کا انگریزی ترجمہ کر کے چھپوایا۔

اُردو

۱- رونق اور دیگر لوگوں نے ڈرامے تحریر کیے۔

۲- چوہدری افضل حق نے "معشوقۂ پنجاب" کے نام سے تحریر کیا۔

۳- میاں ایم اسلم نے ناول کی شکل میں ہیر رانجھا تحریر کیا۔

۴- "قصہ ہیر رانجھا" ۱۸۷۴ء میں ہندو پریس دہلی میں چھپا۔

سندھی

مندرجہ ذیل شعرا نے سندھی زبان میں ہیر اور رانجھا کے قصے کو نظم کیا۔

۱- میر عظیم الدین عظیم ٹھٹوی نے ۱۲۱۴ھ میں مثنوی ہیر و رانجھا لکھی۔

۲- میر ضیاء الدین ضیا ٹھٹوی نے مثنوی ہیر و رانجھا ۱۲۱۵ھ میں لکھی۔

۳- آزاد سندھی نے مثنوی ہیر و رانجھ ۱۲۱۶ھ میں لکھا۔

۴- نواب ولی محمد خاں لغاری نے مثنوی ہیر و رانجھ ۱۲۲۶ھ میں تحریر کی۔

۵- قادر بخش بیدل نے ہیر و رانجھ ۱۲۹۳ھ میں نظم کی۔

اب مخدوم مکرم راشدی صاحب نے مثنویات ہیر و رانجھا کا ایک مجموعہ شائع کیا جو مذکورہ بالا مثنویات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۵۷ء میں کراچی میں شائع ہوا۔

گلستان حدیث : مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

یہ چالیس منتخب احادیث نبوی کی تخریج ہے۔ ہر حدیث کے مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآن مجید کی آیات سے ان کی مطابقت بہت دل نشین انداز میں بیان کی گئی ہے۔

صفحات ۲۰۸ قیمت -/۱۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

سرگزشتِ غزالی

مولانا محمد حنیف ندوی

عربی میں غزالیؒ کی ایک مشہور کتاب "المنقذ من الضلال" ہے جس میں امام نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ انھوں نے عام تعلیم و تعلم کی پرشکوہ زندگی کو چھوڑ کر تلاش حقیقت کی کٹھن راہ کیوں اختیار کی، جبہ و عبا اور مسندِ درس سے کیوں دست کش ہوئے، کیوں بادہ پیمائی کی، کس طرح دنیا سے دل بیزار ہوا، اور تصوف کے لیے لگن پیدا ہوئی۔ دنیا کی کیا حقیقت ہے، علومِ دنیا کی کیا قدر و قیمت ہے اور کس حد تک قلب و روح کی تشنگی ان سے دور ہوتی ہے۔

اس کتاب کا مغرب کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ فاضل مترجم نے اسے اردو کے دلکش قالب میں پیش کیا ہے۔ مقدمے میں ان کے فلسفۂ تعلیل کی مفصل اور حکیمانہ تشریح کی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ غزالی نے کیوں کر ہیوم سے بہت پہلے نظریۂ تعلیل کی خامیوں کو بھانپ لیا تھا۔

صفحات ۲۰۰ قیمت -/۱۲ روپے

اسلام میں حیثیتِ نسواں

مولانا مظہر الدین صدیقی

اس کتاب میں عورت کی حیثیت کے بارے میں قرآنِ مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں اسلام اور مساوات جنسی، ازدواجی زندگی، طلاق، پردہ، تعددِ ازدواج اور اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

صفحات ۲۰۱ قیمت ۱۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور